اقبال اور عالم اسلام

ڈاکٹر محمد ریاض

مثنوی اسرار خودی (طبع اول ۱۹۱۵ء) کے آخر میں اقبال خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو متحد ہونے کی توفیق دے کیونکہ عالم اسلام کی موجودہ بہت سی خرابیوں کا سبب مسلمانوں کا افتراق اور انتشار ہے :-

رشتۂ وحدت چو قوم از دست داد
صد گرہ بر رونۓ کار مافتاد
ما پریشاں درجہاں چوں اختریم
ہمدم و بیگانہ از یک دیگریم
باز ایں اوراق را شیرازہ کن
باز آئین محبت تازہ کن
باز مارا برھماں خدمت گمار
کار خود باعاشقاں خود سپار

اسلام وحدت اور اتحاد کا دین ہے اور اس کے ارکان اور بنیادی عقائد سے اتحاد اور اتفاق کی تعلیم ملتی ہے۔ اقبال نے اسی لئے خودی کے بعد بیخودی کا تصور پیش کیا ۔ یعنی افراد ، جماعت کے کام آئیں اور انفرادی مساعی سے ملّی پیشرفت کا سامان بہم پہنچائیں ۔ اقبال کو قوم کے اس تصور سے دلچسپی نہیں جو آج کل کی سیاسیات کی کتابوں میں مرقوم ملتا ہے۔ ان کے نزدیک قوم وھی ہے جو وحدت فکروعمل کے حامل افراد سے تشکیل پذیر ہو ۔ یہ محض تصوراتی بات نہیں ۔ چشم فلک نے گاھے گاھے مسلمانوں کو فکروعمل کے اتحاد کے ساتھ زندگی گذارتے دیکھا بھی ہے۔ اقبال فرماتے ھیں :

ھے زندہ فقط وحدت افکار سے ملت
وحدت ھو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد (۱)

اور

آہ ، اس راز سے واقف ہے نہ ملا نہ فقیہ
وحدت افکار کی بے وحدت کردار ہے خام (۲)

نثری مباحث کے علاوہ حضرت علامه کی مثنوی رموز بیخودی ، نظم جواب شکوہ اور جاوید نامه کے بعض حصے عالم اسلام کے اتحاد کا پیغام دیتے ھیں ۔ اقبال بار بار عقائد اسلام کو یاد دلاتے ھیں جن کی رو سے مسلمانوں کا اتحاد ایک دینی فریضه بھی ہے۔ ان عقائد میں توحید اور ختم رسالت کے امور سرعنوان بنتے ھیں ۔ توحید خداوندی کی نشرواشاعت ریاست اسلامی کا فریضه ھونا چاھیئے (۳) ۔ اسی طرح رسالتمآب کی محبت (۴) ایمان کی دلیل ہے اور اس سے مسلمانوں کے یک رنگ اور متحد ھونے میں مدد ملتی ہے ۔ نماز باجماعت ، روزہ جو پورے عالم اسلام میں مہینه بھر کیلئے بیک وقت رکھا جاتا ہے ، حج اور زکوۃ جو ادائے مال کے ذریعے دل سوزی اور ھمدردی سکھاتی ہے ، یه جمله عبادات اتحاد سکھاتی ھیں ۔ مقصد یه ہے که شمع اسلام کے پروانے ایک جگه جمع رھیں اور ان میں رفاقت (۵) اور اختلاف باقی نه رھے ۔ اقبال فرماتے ھیں که عدم اتحاد نے مسلمانوں کو قوت و عظمت سے محروم کر رکھا ہے ورنه وہ متحد اور ھم آھنگ ھوں ، تو دنیا کی کوئی طاقت ان کو نیچا نہیں دکھا سکتی ۔

وطنیت ، سبب نفاق

اقبال کے نزدیک مسلمانوں کے عدم اتحاد کا ایک بڑا سبب ان کا نظریۂ وطنیت ہے۔ اس نظریے کا تقاضا یه ہے که ھر مسلمان ملک اپنے مفاد کو مقدم جانے اور دیگر مسلمان ممالک سے صرف نظر کرتا جائے ۔ اقبال نے ۱۹۰۸ء میں اردو نظم « وطنیت » لکھی جس میں وہ اس وحدت شکن تصور پر یوں اظہار خیال کرتے ھیں : ۔

اس دور میں مے اور ہے جام اور ہے جم اور
ساقی نے بنا کی روش لطف و ستم اور
مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور
تہذیب کے آزر نے ترشوائے صنم اور
ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرھن اس کا ہے وہ مذھب کا کفن ہے

اس کے بعد وہ مسلسل ۳۰ سال اس نظریے کی مخالفت کرتے رھے ۔ اس تصور کے خلاف اقبال کا آخری مبسوط مقاله مارچ ۱۹۳۸ء میں « مسلمان اور جغرافیائی حدود » کے عنوان سے شائع ھوا جس میں انھوں نے مولانا حسین احمد

مدنی کے اس تصور پر گرفت کی (٦) کہ " اقوام اوطان سے بنتی ھیں " اور اس موقع پر انہوں نے تین فارسی شعر بھی لکھے تھے جو " ارمغان حجاز " میں شامل ھیں - عجم ھنوز نداند رموز دیں ورنہ

زدیوبند حسین احمد ایں چہ بو العجبیست
سرود برسر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقام محمدؐ عربیست
بہ مصطفیؐ برساں خویش را کہ دیں ھمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبیست

اتحاد عالم اسلام کی کوششوں کے سلسلے میں اقبال کے عظیم پیشرو سید جمال الدین افغانی (۱۸۳۸ - ۱۸۹۷ ء) تھے - اپنے ایک بیان میں اقبال انہیں مجدد عصر (۷) کہتے ھیں - وہ فرماتے ھیں کہ تاریخ اسلام کا مطالعہ مظہر ہے کہ کئی لوگوں نے مہدی ہونے کا دعوی کیا اور کئی کو مسلمانوں نے خود بھی مہدی کہا جیسے سلطان محمد فاتح قسطنطنیہ کو ، مگر سید جمال الدین افغانی بےدعوی مجدد یا مہدی کہےجا سکتے ھیں-روح اسلام کو اتنا عظیم تحرک جو سید افغانی نے دیا ، اس کی مثال کوئی ایک صدی قبل محمد بن عبدالوھاب نجدی کی تحریک نے فراھم کی تھی - اقبال وطنیت کے افتراق انگیز اور لادین تصور کے خلاف یہ شہادت بھی لاتے ھیں کہ مسلمانوں نے اس تصور کو کبھی نہ اپنایا تھا ، یہ صرف موجودہ زمانے کی مغرب پرستی ہے جس کے زیر اثر وہ انتہا پسندانہ حد تک وطن پرست ہو رھے ھیں - اقبال اس سلسلے میں ترک رھنما سعید حلیم پاشا (۱۸٦۳ - ۱۹۲۱ء) کی کتاب " اسلام لشمق " (اسلامیانا) کا حوالہ دیتے ھیں جس نے محکم دلائل سے مسلمانوں کو ایک عالمی امت بتایا اور وطنیت کے عناصر کی بھرپور انداز میں مذمت کی ھے - (۸) - وطنیت کے علاوہ اقبال نے مسلمانوں کے افتراق کے اور بھی کئی اسباب بتائے ھیں جیسے عقیدہ کو عمل نہ بنانا اور اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں نظام شوری یا روحانی جمہوری (۹) نظام قائم کرنے کے بجائے سفاک اور فاسد ثقافت پھیلانے والی ملوکیت سےلو لگائے رکھنا جبکہ نبی اکرم ﷺ نے ھر قسم کی ملوکیت اور بادشاھت کے استیصال کا حکم دیا تھا -

در دعائے نصرت آمین تیغ او
قاطع نسل سلاطین تیغ او (۱۰)

هنوز اندر جهاں آدم غلام است
نظامش خام و کاوش ناتمام است
غلام فقر آں گیتی پناهم
که در دینش ملوکیت حرام است (۱۱)

جمعیت مسلمین

اقبال نے عرب فیڈریشن کے تصور کی اس امید پر حمایت کی تھی که بعد میں یه "جمعیت مسلمین" کی صورت اختیار کر لے گی ۔ اقبال کے زمانے میں اقوام متحده کے پیشرو ادارے کا وجود تھا ۔ اقبال اس "لیگ آف نیشنز" (انجمن اقوام) سے مطمئن نه تھے ۔ وه اسے کفن چوروں کی ایک جماعت جانتے تھے جو کمزوروں کو لوٹنے اور اس لوٹ کھسوٹ کی حمایت کرنے پر متوجه رهی

برفتند تا روش رزم دریں بزم کهن
دردمندان جهاں طرح نو انداخته اند
من ازیں بیش ندانم که کفن دزدے چند
بهر تقسیم قبور انجمنے ساخته اند (۱۲)

در جنیوا چیست غیر از مکروفن
صید تو ایں میش و آں نخچیر من
نقش نو اندر جهاں باید نهاد
از کفن دزداں چه امید کشاد (۱۳)

اقبال چاهتے تھے که اقوام مشرق کی اپنی جداگانه انجمن هو جو ان کے امور کا تصفیه کر سکے ۔ ظاهر ہے که اس انجمن میں مسلمانوں کی نمائندگی بڑی مؤثر هوتی ۔ اس انجمن یا جمعیت کا مرکز اقبال نے تهران تجویز کیا تھا :۔

پانی بھی مسخر ہے ، هوا بھی ہے مسخر
کیا هو جو نگاه فلک پیر بدل جائے
دیکھا ہے ملوکیت افرنگ نے جو خواب
ممکن ہے که اس خواب کی تعبیر بدل جائے
تهران هو گر عالم مشرق کا جنیوا
شاید کرۂ ارض کی تقدیر بدل جائے (۱۴)

اپنے کئی خطوط اور اشعار وغیرہ میں اقبال نے بعض ممالک اسلامی کے بارے میں تبصرہ کیا ہے۔ مگر ایک اظہار خیال پیام مشرق کی " پیشکش " میں ملتا ہے جسے ۱۹۲۳ء کے سیاق میں دیکھنا چاہیئے :۔

ابطحی دردشت خویش از راہ رفت
از دم او سوز الا اللہ رفت
مصریاں افتادہ در گرداب نیل
سست رگ تورانیاں ژندہ پیل
آل عثماں در شکنج روزگار
مشرق و مغرب زخونش لالہ زار
عشق را آئین سلمانی نماند
خاک ایران ماند و ایرانی نماند
سوز و ساز زندگی رفت از گلش
آں کہن آتش فسرد اندر دلش
مسلم ہندی شکم را بندہ
خود فروشی ، دل زدیں برکندہ
درمسلماں شان محبوبی نماند
خالد و فاروق و ایوبی نماند
خیزو اندر گردش آور جام عشق
درقہستاں تازہ کن پیغام عشق

یعنی:۔

حرمین شریفین والا مسلمان اپنے صحرا میں بھٹک گیا ۔ اس کے نفس سے توحید کا سوز و ساز جاتا رہا ۔ مصری دریائے نیل کے بھنور میں گھرے ہوئے ہیں بہادر تورانی (ترک) کاہل پڑ گئے ہیں ۔ یہ ابھی زمانے کے چکر میں ہیں اور مشرق و مغرب ان کے خون سے لالہ زار بنا ہوا ہے۔ عشق میں حضرت سلمان فارسی والی روش نہ رہی ۔ ایران تو رہا مگر وہ ایرانی نہیں رہے ۔ ایرانی کی سرشت سے زندگی کا سوز وساز جاتا رہا ۔ وہ پرانی آتش عشق اس کے دل میں بجھ گئی ۔ برصغیر ہند کا مسلمان تو پیٹ کا غلام ہے۔ وہ خود فروش ہے اور دین سے دل ہٹا لینے والا ۔ (خلاصہ یہ کہ) مسلمان میں خالد بن ولید ، عمر فاروق

اور صلاح الدین ایوبی کی شان محبوبی نہیں رہی۔

جاوید نامہ (فلک عطارد) میں ترکوں، ایرانیوں اور عربوں کی وطن پرستی اور افرنگ زدگی پر بھی تبصرہ ملتا ہے۔

درضمیر ملت گیتی شکن
دیده ام آویزش دین و وطن
روح در تن مرده از ضعف یقیں
ناامید از قوت دین مبین
ترک و ایران و عرب مست فرنگ
ہرکسے را درگلو شست فرنگ

ترجمہ :-

اس عالم گیر قوم (مسلمانوں) کے ضمیر میں میں نے دین و وطن (وطنیت پرستی) کی کشمکش دیکھی ہے۔ کمزور ایمان کی وجہ سے اس کے بدن میں روح مردہ ہے اور وہ دین مبین (اسلام) کی قوت سے نومید نظر آتی ہے۔ ترک، ایرانی اور عرب میں مغرب کے فریفتہ ہیں اور ہر ایک کے گلے میں مغربیوں کا (ماہی گیر) کانٹا ہے۔

جاوید نامہ میں ہی ایرانیوں کی ماضی پرستی، مغرب مآبی اور عرب دشمنی پر انتقاد ملتا ہے۔ کتاب مذکور کے اسی حصے (آں سوئے افلاک) میں افغانوں کی شہامت اور بہادری کی تعریف ہے مگر ان کی بے بصیرتی، انتشار اور برادرکشی کا ماتم بھی ساتھ ہے۔ برصغیر ہند کے مسلمانوں کے بارے میں اقبال اشک ریز ہیں کہ دو یا تین صدیوں سے وہ همه گیر زوال سے دو چار ہیں :-

دل توڑ گئی ان کا دو صدیوں کی غلامی (۱۵)
دارو کوئی سوچ ان کی پریشاں نظری کا
تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی
مسلم ایں کشور از خود نا امید
عمرها شد با خدا مردے ندید
لاجرم از قوت دیں بدظن است
کاروان خویش را خود رهزن است

از سه قرن ایں امت خوار و زبوں
زندہ بے سوز و سرور اندروں
دولت اغیار را رحمت شمرد
رقصہا گرد کلیسا کرد و مرد

ترجمہ اشعار فارسی :-

(ہند) کا مسلمان خود سے نومید ہے۔ مدتیں بیت گئیں اس نے کوئی اللہ والا شخص دیکھا ھی نہیں ۔ لامحالہ وہ قوت دین سے بدظن ہے۔ وہ اپنے قافلے کا خود رہزن ہے۔ یہ ذلیل اور کمزور قوم تین صدیوں سے اندر کے سوز و سرور کے بغیر زندہ ہے۔ اس نے غیروں کی حکومت کو رحمت حق جانا (انہوں نے) کلیسا کے گرد رقص کیا اور مر گئے ۔

آئیے ممالک اسلامی کے بارے میں اقبال کے تبصروں کو بالاجمال دیکھیں مگر پہلے ان کی نظم (دنیائے اسلام) کے چند ابیات نقل کر دیں ۔ یہ نظم پیام مشرق کی „ پیشکش،، سے ذرا پہلے لکھی گئی تھی :-

کیا سناتا ہے مجھے ترک و عرب کی داستاں
مجھ سے کچھ پنہاں نہیں اسلامیوں کا سوز و ساز
لے گئے تثلیث کے فرزند میراث خلیلؑ
خشت بنیاد کلیسا بن گئی خاک حجاز
ہوگئی رسوا زمانے میں کلاہ لالہ رنگ
جو سراپا ناز تھے ، ہیں آج مجبور نیاز
لے رہا ہے مے فروشان فرنگستاں سے پارس
وہ مئے سرکش ، حرارت جس کی ہے مینا گداز
حکمت مغرب سے ملت کی یہ کیفیت ہوئی
ٹکڑے ٹکڑے جس طرح سونے کو کر دیتا ہے گاز

نظم ، طلوع اسلام ، اس سے مؤخر ہے اور اس وقت ترک (محاذ سمرنا پر انگریزوں اور یونانیوں پر غالب آچکے تھے ۔ اس لئے یہ ایک سراپا رجائی نظم ہے

ثبات زندگی ایمان محکم سے ہے دنیا میں
کہ المانی سے بھی پائندہ تر نکلا ہے تورانی

حرم رسوا ہوا پیر حرم کی کم نگاہی سے
جوانان تتاری کس قدر صاحب نظر نکلے
پھر اٹھی ایشیا کے دل سے چنگاری محبت کی
زمیں جولانگہ اطلس قبایان تتاری ہے
بیا پیدا خریدار است جان ناتوانے را
«پس از مدت گذار افتاد برما کاروانے را » (١٦)

اب ہم عالم اسلام کے بعض ممالک کے بارے میں حضرت علامہ کے تاثرات کا ذکر کریں گے ـ

افغانستان :

یوں تو اس ملک سے اقبال کو بے حد اچھی توقعات تھیں ـ مگر اس ملک کے داخلی عدم اتحاد سے انہیں تشویش تھی ـ یہ ملک چونکہ ہند اور روس کے درمیان ایک سرحدی ریاست ہے ، اس لئے اقبال نے ۱۹۱۰ء میں اس کے مستقبل کے بارے میں کھل کر اظہار خیال کرنے سے اجتناب کیا تھا (۱۷) لیکن اپنے اشعار میں وہ افغانستان کے « امروز » کو « بے فردا » بتاتے ہیں :-

آں یکے اندر سجود ایں درقیام
کاروبارش چون صلوات بے امام
ریز ریز از سنگ او مینائے او
آہ از امروز بے فردائے او (۱۷)

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں ۴ سال سے روسی تسلط نے اس ملک کے امروز کو مجسم « بے فردا » کر رکھا ہے .

اتھوپیا :

حبشہ ، حبش یا ابی سینا اسی ملک کے پرانے نام ہیں ، اس افریقی ملک پر اب مسیحیوں کا زیادہ عمل دخل ہے اور یہاں کے مسلمان مہاجرین سنی گال ، میں پناہ گزین ہیں ـ ۱۹۳۵ء میں جب اٹلی نے اس ملک پر حملہ کیا ، تو اقبال نے آمر مسولینی کے اس عمل کی اردو اور فارسی اشعار میں شدیداً مخالفت کی تھی

یورپ کے کرگسوں کو نہیں ہے ابھی خبر
ہے کتنی زہر ناک ابی سینیا کی لاش
ہونے کو ہے یہ مردہ دیرینہ قاش قاش
(ضرب کلیم)

زندگانی ہر زماں در کشمکش
عبرت آموز است احوال حبش
شرع یورپ بے نزاع قیل و قال
برہ را کرد است بر گرگاں حلال
نکتہ ھا کومی نگنجد درسخن
یک جہاں آشوب و یک گیتی فتن
(پس چہ باید کرد)

ایران :۔

اقبال ایران کے ساتھ بے حد دل سوزی رکھتے تھے ۔ لیکن اس ملک کی ماضی پرستی یعنی قبل از اسلام ایران پر فخر ، عربوں سے آویزش اور مغرب مآبی پر اقبال گرفت بھی کرتے رہے ۔ ایران کی جغرافیائی اھمیت کے پیش نظر علامہ اقبال چاھتے تھے کہ اس کے دارالحکومت تہران کو مجوزہ جمعیت اقوام مشرق کا مرکز بنایا جائے:

پانی بھی مسخر ہے ہوا بھی ہے مسخر
کیا ہو جو نگاہ فلک پیر بدل جائے
دیکھا ہے ملوکیت افرنگ نے جو خواب
ممکن ہے کہ اس خواب کی تعبیر بدل جائے
تہران ہو گر عالم مشرق کا جنیوا
شاید کرۂ ارض کی تقدیر بدل جائے
(ضرب کلیم کلیات اقبال اردو ص ٦٠٩)

ایک جگہ اھل ایران کو مخاطب کرکے علامہ فرماتے ھیں:

چو چراغ لالہ سوزم درخیابان شما
اے جوانان عجم جان من و جان شما
می رسد مردے کہ زنجیر غلاماں بشکند
دیدہ ام از روزن دیوار زندان شما

ترکیہ :۔

حکومت ترکی ، خلافت عثمانی کے روپ میں مسلمانوں کے لئے ایک مرکز بنی رھی اور برصغیر کے دیگر زعماء کی طرح اقبال بھی اس کی طرف پوری دلچسپی سے متوجہ رھے ۔ البتہ تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کا وہ

بہت کم ساتھ دے سکے کیونکہ ہندوؤں کے اس تحریک سے سوء استفادہ کرنے کا انہیں اندیشہ تھا ۔ پھر بھی وہ ترکوں کی ناکامیوں پر آنسو بہاتے رہے اور اس ملک کی ادنی کامیابیوں پر انہوں نے غیر معمولی خوشی کا اظہار (۱۸) کیا ۔ ۱۹۲۴ء میں خلافت کے خاتمے اور جمہوری حکومت کے قیام کو بھی انہوں نے سراہا اور اسے ترکوں کا اجتہاد قرار دیا جو ان کی قومی اسمبلی کے ذریعے رو بہ عمل ہوا تھا ۔ اس کے باوجود اس ملک کے بعض دانشوروں کے خلاف اسلام اظہار خیال (۱۹) اور جمہوریہ ترکی کی مغرب مآبی کی انہوں نے زندگی کے آخری سات آٹھ سالوں میں سخت مذمت کی ہے۔ ظاہر ہے کہ اقبال کی حمایت اور مخالفت و تنقید کے پیمانے دینی تھے :-

مصطفی کو از تجدد می سرود
گفت نقش کہنہ را باید زدود
تو نگردد کعبہ را رخت حیات
گرز افرنگ آیدش لات و منات
ترک را آئین نو درچنگ نیست
تازہ اش جز کہنۂ افرنگ نیست
سینۂ او را دمے دیگر نبود
درضمیرش عالمے دیگر نبود
لاجرم با عالم موجود ساخت
مثل موم از سوز ایں عالم گداخت
طرفگیہا در نہاد کائنات
نیست از تقلید تقویم حیات
زندہ دل خلاق اعصار و دھور
جانش از تقلید گردد بے حضور
(ج ۔ ن)

لادینی و لاطینی ، کس پیچ میں الجھا تو
داروے ضعیفوں کا لا غالب الا ھو
(ض ک)

فلسطین :

اقبال کے تصور میں فلسطین کے خدوخال ایک عظیم عرب ملک کے تھے ۔ اقبال کے آخری سالوں میں استعماری قوتیں فلسطین کو ایک یہودی ریاست بنانے کی سازش میں مصروف تھیں ۔ انہوں نے ۱۹۴۸ ء میں اپنا منصوبہ مکمل کر لیا ، گو اسرائیل قائم کرکے ایک مختصر خطے کو فلسطین کے نام سے باقی رکھا ۔ اقبال ان سازشوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے رہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ فلسطینی عربوں کو تحریک عمل بھی دیتے رہے :۔

زمانہ اب بھی نہیں جس کے سوز سے فارغ
میں جانتا ہوں وہ آتش تیرے وجود میں ہے
تری دوا نہ جنیوا میں ہے نہ لندن میں
فرنگ کی رگ جاں پنجہ یہود میں ہے
سنا ہے میں نے غلامی سے امتوں کی نجات
خودی کی پرورش و لذت نمود میں ہے

اپنے ایک قطعے میں اقبال بیدار ضمیر انسانوں سے پوچھتے ہیں کہ اگر یہودیوں کو فلسطین لوٹ آنے کا حق ہے تو عربوں کو اسپین چلے جانے کا حق کیوں نہیں :۔

ہے خاک فلسطین پہ یہودی کا اگر حق
ہسپانیہ پر حق نہیں کیوں اہل عرب کا
مقصد ہے ملوکیت انگلیس کا کچھ اور
قصہ نہیں نارنج کا یا شہد و رطب کا

۲۷ جولائی ۱۹۳۷ء کو شدید بیماری کے عالم میں اقبال نے مسئلہ فلسطین کے بارے میں ایک مفصل بیان دیا تھا ۔ اس بیان میں وہ فلسطین کی افسانوی اور معلوم تاریخ کا حوالہ دیتے ہیں اور یہ ثابت کرتے ہیں کہ (۲۰) فلسطین پر یہودیوں یا عیسائیوں سے زیادہ حق مسلمانوں کا ہے ۔ مگر جیسا کہ اقبال نے پیشین گوئی کر دی تھی ، یہودیوں کے دولت پرورده عیسائیوں اور دوسروں نے فلسطین کے دل میں یہودی ریاست قائم کرکے دم لیا اور اس ریاست کی توسیع ۱۹۶۷ء سے بالخصوص جاری ہے ۔

ممالک عرب :۔

عربوں کے ساتھ ، دیگر غیرعرب مسلمانوں کی طرح ، اقبال کی جذباتی وابستگی بھی تھی ۔ اس لئے اقبال نے ان پر انتقادات بھی بڑے احترام کے ساتھ کئے ہیں :۔

متاع قافلہ ما حجازیاں بردند
ولے زباں نکشائی کہ یارؐ ما عربی است (۲۱)
کرے یہ کافر ہندی بھی جرأت گفتار
اگر نہ ہو امرائے عرب کی بے ادبی
یہ نکتہ پہلے سکھایا گیا کس امت کو
وصال مصطفویؐ ، افتراق بولہبی
نہیں وجود حدود و ثغود سے اس کا
محمد ﷺ عربی سے ہے عالم عربی

مثنوی ” پس چہ باید کرد “ کا ایک پورا باب عربوں سے تخاطب پر مشتمل ہے ۔ وہ عربوں کے باھمی افتراق پر اظہار افسوس کرتے ہیں اور انہیں نفاق انگیز مغربی استعماری قوتوں سے دور رہنے کی تلقین کرتے ہیں ۔ وہ بجا فرماتے ہیں کہ غیروں کے ہتھکنڈوں کی بنا پر عرب چین سے بیٹھ سکے نہ انہیں فتنوں سے نجات مل سکی ۔ جب تک غیروں کے اونٹ عربوں کے حوضوں پر پانی پیتے رہیں گے ، یہی صورت حال رہے گی ۔

امتے بودی امم گردیدہ ای
بزم خود را خود زھم پاشیدہ ای
ہرکہ از بند خودی وارست ، مرد
ہرکہ بابیگانگاں پیوست ، مرد
آنچہ تو با خویش کردی کس نکرد
روح پاک مصطفی ﷺ آمد بدرد
اے ز افسون فرنگی بے خبر
فتنہ ھا در آستین اونگر
ازفریب او اگر خواھی اماں
اشترانش را ز حوض خود بران

مسلمانان برصغیر :۔

یوں تو اقبال سارے عالم اسلام سے تعلق رکھتے تھے ، مگر برصغیر کے مسلمانوں کے مسائل سے ان کی زیادہ دلچسپی ایک بدیہی امر ہے ۔ ان کی شاعری نے یہاں کے لوگوں کی بیداری میں جو حصہ لیا ، وہ عیاں را چہ بیان کے زمرے میں آتا ہے ۔ برصغیر کی تقسیم کا تصور ذاتی حیثیت سے انہوں نے ۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء کے مسلم لیگ کے اجلاس الہ آباد میں پیش کیا اور اس کے بعد زندگی کے آخری ایام تک وہ اس کی معقولیت دوسروں کو سمجھاتے رہے ۔ وہ دوسری اور تیسری گول میز کانفرنس میں شریک ہوئے اور ان کے اختتام کے بعد ٦ دسمبر ۱۹۳۳ء کو انہوں نے جو بیان جاری کیا ، اس میں پنڈت جواہر لعل نہرو سے براہ راست سوال کیا تھا کہ تقسیم ملک کے علاوہ مسائل ھند کے حل کے سلسلے میں اور کونسی معقول تجویز ہو سکتی ہے ؟ پنڈت جی اس بات کا کیا جواب دیتے ۔ وہ حب وطن اور سوشلزم کی فرسودہ باتیں کرتے رہے ۔ اقبال کی وفات کے بعد مسلم لیگ نے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو قرار داد پاکستان منظور کی اور کہا جاتا ہے کہ قائداعظم نے اس روز مزار اقبال پر حاضری دی اور شاعر اسلام کے تصور کو بالآخر مسلمانوں کا لائحہ عمل بنانے پر انہوں نے اظہار خرسندی کیا تھا ۔ تصور پاکستان ان خطوط میں بڑی جامعیت کے ساتھ موجود ہے جو ۱۹۳۶ء اور ۱۹۳۷ء کے دوران علامہ اقبال نے قائداعظم کو لکھے ۔ مگر ادھر آکسفورڈ کے پروفیسر ایڈورڈ تھامپسن نے یہ داستان سرائی کی کہ اقبال نے تصور پاکستان مسلم لیگ کے تصور کے طور پر پیش کیا تھا اور ذاتی طور پر وہ اس نظریے سے منحرف ہو گئے تھے اور یہ بات اقبال نے زبانی بھی ان سے کی تھی (۲۲) ۔ پنڈت جواھر لعل نہرو (۲۳) اور راجندر پرشاد (۲۴) نے بھی تقسیم ملک سے قبل ایسی باتیں لکھیں مگر ایسی باتوں کا بطلان مذکورہ خطوط کے علاوہ قائداعظم کے کئی بیانات بھی پیش کرتے ھیں جن میں انہوں نے فرمایا کہ تحریک پاکستان کے فکری رھنما علامہ اقبال تھے ۔ برصغیر کے مسلمان بہرحال مختلف طریقوں سے فکر اقبال سے مستفید ہوتے رہے ھیں ۔

مصـــــادر

۱ ـ ضرب کلیم ، قطعہ ہندی اسلام

۲ ـ ایضاً قطعہ توحید ـ

۳ ـ دیکھیں رموز بیخودی : در معنی اینکہ جمعیت حقیقی .... ونصب العین امت محمدیہ ﷺ حفظ و نشر توحید است .

۴ ـ دیکھیں اقبال کی تقریر محفل میلاد النبی مشمولہ مقالات اقبال ، مرتبہ سید عبدالواحد معینی و محمد عبداللہ قریشی ، آئینہ ادب لاہور ، طبع دوم ۱۹۸۲ء .

۵ ـ پیام مشرق میں ھے :

محبت چوں تمام افتد رقابت ازمیاں خیزد بطوف شعلۂ پروانہ با پروانہ مـی سـازد

٦ ـ مشمولہ مقالات اقبال ـ

۷ ـ دیکھیں ۱۹۳٦ء میں احمدیوں اور قادیانیوں کے سلسلے میں پنڈت جواھر لعل نہرو کے نام اقبال کا کھلا خط ـ

۸ ـ خطبات اقبال (انگریزی) خطبہ ٦

۹ ـ ملاحظہ ھو ۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء کا اقبال کا خطبہ الہ آباد ـ

۱۰ ـ اسرار خودی ، دربیان عشق و محبت .....

۱۱ ـ ارمغـان حجاز ، عنوان خلافت و ملوکیت (حضور ملت)

۱۲ ـ پیام مشـرق ، قطعہ جمعیت اقوام ـ

۱۳ ـ مثنوی » پس چہ باید کرد «

۱۴ ـ ضرب کلیم ، جمعیت اقوام مشـرق

۱۵ ـ ایضاً ، قطعہ اے شیخ حرم ـ

۱٦ ـ مصرع از نظیری نیشاپوری

۱۷ ـ مثنوی مســـافر ، تمہید

۱۸ ـ دیکھیں خطاب بہ مصطفی کمال (پیام مشرق) اور نظم طلوع اسلام

۱۹ ـ مثلاً بحوالہ ضیا گوک آلپ پاشا ، خطبات انگریزی خطبہ شمارہ ٦ ـ

۲۰ ـ ملاحظہ ھو متن سید عبدالواحد معینی کے مرتبہ مجموعے » تھاٹس اینڈ ریفلکشنز آف اقبال میں ، لاہور طبع ثانی ۱۹۷۳ء (مطبوعات شیخ محمد اشرف)ـ

۲۱ ـ پیام مشرق (مئے باقی)

۲۲ ـ ان کی کتاب مؤلفہ ۱۹۴۰ء Enlist India for Freedom

Discovery of India India Divided

۲۳- مطبوعہ ۱۹۴۵ء